Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ
الفضل ربوہ
فون ۴۴۹
ایڈیٹر: نسیم سیفی
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

جلد ۷۵/۴۰ | سوموار ۱۰ ذیقعدہ ۱۴۱۰ھ ، ۴ احسان ۱۳۶۹ ہش ، ۴ جون ۱۹۹۰ء | نمبر ۱۲۵

جماعت احمدیہ — پھلوں سے لدا ہوا درخت

"یہ میرا تجربہ ہے اور جماعت کی تاریخ اس پر گواہ ہے کہ جب بھی جماعت کو ہلایا گیا ہے اور بیدار کیا گیا ہے تو جس طرح بعض دفعہ پکے ہوئے پھلوں سے لدے ہوئے درخت کو ہلانے سے کثرت سے پھل گرنے شروع ہو جاتے ہیں، اسی طرح جماعت احمدیہ مالی قربانی میں ایسا ہی نمونہ پیش کرتی ہے"

(ارشاد سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ
الفضل ۸ مارچ ۱۹۹۰ء صہ۲)

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

"مشکل یہ ہے کہ لوگ دعا کی حقیقت سے ناواقف ہیں۔ اور وہ نہیں سمجھتے کہ دعا کیا چیز ہے۔ دعا یہی نہیں ہے کہ چند لفظ منہ سے بڑبڑا لیئے۔ یہ تو کچھ بھی نہیں۔ دعا اور دعوت کے معنی ہیں، اللہ تعالےٰ کو اپنی مدد کے لیے پکارنا۔ اور اسکا کمال اور مؤثر ہونا اس وقت ہوتا ہے، جب انسان کمال دردِ دل اور قلق اور سوز کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کرے اور اس کو پکارے ایسا کہ اس کی روح پانی کی طرح گداز ہو کر آستانۂ الوہیت کی طرف بہہ نکلے۔ یا جس طرح پر کوئی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے اور وہ دوسرے لوگوں کو اپنی مدد کے لیئے پکارتا ہے تو دیکھتے ہو کہ اس کی پکار میں کیسا انقلاب اور تغیّر ہوتا ہے اس کی آواز ہی میں وہ درد بھرا ہوا ہوتا ہے جو دوسروں کے رحم کو جذب کرتا ہے۔ اسی طرح وہ دُعا جو اللہ تعالےٰ سے کی جاوے، اس کی آواز، اس کا لب ولہجہ بھی اور ہی ہوتا ہے۔ اس میں وہ رقّت اور درد ہوتا ہے جو الوہیت کے چشمہ رحم کو جوش میں لاتا ہے اس دعا کے وقت آواز ایسی ہو کہ سارے اعضاء اس سے متاثر ہو جاویں اور زبان میں خشوع خضوع ہو، دل میں درد اور رقّت ہو، اعضاء میں انکسار اور رجوع الی اللہ ہو، اور پھر سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے رحم وکرم پر کامل ایمان اور پوری امید ہو، اس کی قدرتوں پر ایمان ہو۔ ایسی حالت میں جب آستانۂ الوہیت پر گرے گا۔ نامراد واپس نہ ہوگا"

(ملفوظات جلد ۷ صہ۱۹۴)

سانحہ ارتحال

○ مکرم ڈاکٹر فضل کریم صاحب (اکریم میڈیکل ہال امین پور گول بازار فیصل آباد) کی اہلیہ محترمہ امتہ الشریف صاحبہ مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۹۰ء کو گیارہ بجے دن بعمر ۷۰ سال قضائے الٰہی سے وفات پاگئیں۔ ان کا جنازہ مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۹۰ء کو ربوہ لایا گیا۔ جہاں محترم سید احمد علی شاہ صاحب نائب ناظر اصلاح وارشاد نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور اسی روز بہشتی مقبرہ میں ان کی تدفین ہوئی۔ قبر تیار ہونے پر محترم سید احمد علی شاہ صاحب نے ہی دعا کروائی۔

موصوفہ نے اپنے پیچھے چھ لڑکے اور تین لڑکیاں یادگار چھوڑے ہیں۔ ایک بیٹا مکرم حامد کریم محمود صاحب اس وقت بلجیم میں مشنری انچارج ہیں۔

○ مکرم میاں عبدالوہاب صاحب ڈویژنل ڈرگ انسپکٹر شاد باغ لاہور مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۹۰ء بروز جمعرات شیخ زید ہسپتال لاہور میں انتقال کر گئے۔ موصوف موصی تھے۔ نمازِ جنازہ مورخہ ۲۵ مئی ۱۹۹۰ء کو بعد نماز فجر ربوہ میں پڑھائی گئی اور بعد ازاں بہشتی مقبرہ میں ان کی تدفین ہوئی۔ مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد نے قبر پر دعا کروائی۔

○ محترمہ محمودہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم محمد شریف صاحب بعارضہ قلب ۲۸ مئی ۱۹۹۰ء کو اچانک وفات پاگئیں۔ موصوفہ نے اپنے پیچھے ایک بیٹا اور دو بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ موصوفہ مکرم محمد صادق صاحب ندیم گولبازار ربوہ کی بھاوجہ تھیں۔

احباب کی خدمت میں درخواست ہے کہ دعا کریں اللہ تعالےٰ ان سب کے درجات بلند فرمائے اور جملہ لواحقین کو صبرِ جمیل عطا کرے۔

جماعت احمدیہ کی اعلیٰ شان

ارشادات سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

"کسی شخص نے اپنے بیٹے کو تجارت کیلئے بھیجا اور اسے بہت مال دیا۔ پہلی منزل اسے ایک جنگل میں آئی۔ وہ ایک درخت کے نیچے سویا ہُوا تھا۔ اس نے ایک عجیب نظارہ یہ دیکھا کہ ایک شیر آیا۔ اس نے شکار کیا اور اس کے بعد اپنا حصہ جو وہ کھا سکتا تھا وہ اس نے کھایا اور باقی کو گھسیٹ کر ایک جھاڑی میں رکھ دیا اور چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک لگڑ بگڑ جس کی پچھلی ٹانگیں ماری ہوئی تھیں اور جو جھاڑی کے پاس ہی بیٹھا ہُوا تھا دُکھتے ہوئے بدن کے ساتھ گھسٹتا ہُوا وہاں پہنچا اور شیر کا پس خوردہ کھانے لگا۔ یہ آدمی سارا مال وہیں چھوڑ کر واپس چلا گیا۔ اس کے باپ نے پوچھا کیا ہُوا۔ تم واپس کیوں آگئے؟ اس نے کہا میں واپس اس لئے آگیا ہوں کہ میں نے خدا کے رازق ہونے کا ایک عجیب نظارہ دیکھا ہے۔ وہی ہے جو رزق دیتا ہے۔ باقی بندوں کے صرف جھگڑے ہی چل رہے ہیں۔ پھر اس نے وہ واقعہ سنایا۔ باپ نے کہا کہ دیکھو! تم مجھے عرفان نہیں سکھا سکتے۔ میں بھی عارف باللہ ہوں۔ مجھے بھی پتہ تھا کہ ایسا ہوتا ہے۔ مگر میں یہ چاہتا تھا کہ تم وہ شیر بنو جو لگڑ بگڑ کو کھلاتا ہے۔ وہ لگڑ بگڑ نہ بنو جو شیر کا مارا ہُوا کھاتے ہیں۔ پس اے احمدی! تُو وہ شیر بن جس نے ساری دنیا کو مار کے کھلانا ہے۔ وہ زخم خور۔ جانور نہ بن جس نے شیر دل سے مانگ کر کھانا ہے۔ یہ ہے وہ مقام جس پر اپنی جماعت کو فائز کرنے کے لئے (حضرت بانی سلسلہ) تشریف لائے تھے۔ (حضرت بانی سلسلہ) کے متعلق ایک بڑا ہی پیارا واقعہ آتا ہے۔ آپ جب لاہور گئے تو لاہور کی جماعت میں بے انتہا محبت اور عشق تھا۔ جب آپ گاڑی سے اُتر کر باہر نکلے تو دیکھا کہ ایک بگھی ہے جس کے آگے گھوڑا کوئی نہیں۔ (حضرت بانی سلسلہ) نے فرمایا۔ اس بگھی پر سوار کرنے لگے ہو؟ اس میں تو گھوڑا ہی کوئی نہیں۔ انہوں نے کہا حضور! ہم جُتیں گے آپ کے گھوڑے بن کر۔ دنیا کے ادنیٰ ادنیٰ پیر آتے ہیں، لوگ اس قسم کی باتیں ان گھٹیا لوگوں کے لئے جن کا کوئی نہیں ہوتا، کرتے ہیں۔ آپ تو رُوحانی آقا ہیں جن کو خدا نے مقرر فرمایا ہے۔ اس لئے بگھی کے آگے ہم لگیں گے۔ حضور نے فرمایا نہیں، میں اس میں نہیں بیٹھوں گا۔ میں تو جانوروں کو انسان بنانے کے لئے آیا ہوں۔ انسانوں کو جانور بنانے کے لئے نہیں آیا"۔

(درس حدیث فرمودہ ۲۱ جولائی ۱۹۸۲ء)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر : آغا سیف اللہ، پرنٹر : قاضی منیر احمد
مطبع : ضیاء الاسلام پریس، ربوہ
مقام اشاعت : دارالنصر غربی۔ ربوہ
قیمت ایک روپیہ پچاس پیسے

۴۔ احسان ۱۳۶۹ ہش ۴، جون ۱۹۹۰ء

ٹیلیفون

کچہری میں حاضری بھی دینی تھی اور ابھی اداریہ بھی لکھنا تھا۔ اداریہ لکھنا شروع کیا تو ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ کچھ دیر ہیلو ہیلو ہوتا رہا۔ آواز مدھم تھی اور غیر صاف۔ لیکن کچھ دیر بعد آواز صاف ہو گئی تو پتہ چلا کہ فیصل آباد سے ایک دوست بات کرنا چاہتے ہیں۔ کہنے لگے بس یونہی بیٹھا تھا۔ ایک کتاب کے چند صفحات پڑھ کر بور ہو گیا تھا۔ میں نے سوچا آپ کا حال پوچھ لوں۔ کہئے ٹھیک تو ہیں نا۔ اداریہ لکھتے ہوئے اس طرح حال پوچھنے پر چاہیئے تو یہ تھا کہ غصہ آتا لیکن ہم نے دفتری کاموں میں غصہ کے خلاف خاصی مشق کر لی ہے۔ اظہار نہیں ہونے دیتے۔ اپنے اس دوست کے بے وقت ٹیلیفون پر بھی غصہ نہ آنے دیا۔ کچھ دیر باتیں ہوئیں۔ اگرچہ ہم نے جلدی جلدی باتیں کیں تاکہ دوسری طرف اس بات کی سمجھ آ جائے کہ اس وقت ٹیلیفون وقت کے لحاظ سے مہنگا پڑ رہا ہے۔ لیکن پھر بھی کچھ وقت تو صرف ہوا۔

یہ تو ٹیلیفون کا ایک پہلو ہے۔ اور ایسا ہوتا بھی کبھی کبھار ہے۔ یہ تو ایسی مفید ایجاد ہے کہ اب دنیا کا کاروبار اسی پر چل رہا ہے۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ بہت حد تک اسی پر چل رہا ہے۔ حضرت فضل عمر (اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے) سنایا کرتے تھے کہ ایک تاجر نے بھاؤ معلوم کرنے کے لئے اپنے مددگار کارکن کو بھیجا اور دوسرے نے ٹیلیفون پر بھاؤ پوچھ لیا۔ ٹیلیفون والا سبقت لے گیا اور جلدی سے سودا چکا لیا جس سے اسے لاکھوں روپے کا نفع ہوا۔ ہوا نا ٹیلیفون کا فائدہ۔ اس وقت ساری دنیا میں ٹیلیفون کا جال بچھا ہوا ہے۔ ایک بنیادی ضرورت بلکہ زندگی کا حصہ بن کر رہ گیا ہے۔ دنیا بھر میں ساٹھ کروڑ سے زیادہ ٹیلیفون ہیں۔ اور جس ملک میں جتنے زیادہ ہیں اتنا ہی وہ ملک زیادہ ترقی یافتہ ہے۔ جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو یہاں صرف ۱۴۰۰۰ لائنیں تھیں۔ آدھی سے زیادہ اس علاقے میں جسے اب بنگلہ دیش کہتے ہیں۔ اب پاکستان میں ساڑھے سات لاکھ سے بھی زیادہ ٹیلیفون کام کر رہے ہیں۔ اس وقت تقریباً سات لاکھ مزید ٹیلیفونوں کیلئے درخواستیں دی جاتی ہیں۔

دیکھا آپ نے ٹیلیفون کتنا مفید ہے۔ لیکن ایک بات ہم سب کو یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ بلا ضرورت ٹیلیفون کرنے سے ٹیلیفون کی افادیت کی نفی ہوتی ہے۔ ہمیں ہرگز بلا ضرورت ٹیلیفون نہیں کرنا چاہیئے۔ ضرورت سے زیادہ وقت بات کرنے کا مطلب ہے ہم دوسروں کو بات کرنے سے محروم کر رہے ہیں۔ اور ایک اور بات۔ اور وہ یہ کہ آپ ٹیلیفون کرتے ہوئے دوسری طرف نظر تو نہیں آ رہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اوٹ پٹانگ بات بھی کر دی جائے۔ ٹیلیفون ہم سب کی شرافت کا اور تحمل کا امتحان ہے۔

آپ جو کچھ بھی کہیں گے میں سنوں گا غور سے
طعن و تشنیع سن کے گھبرانا مری عادت نہیں
بات ہو نا راست تو خود کو رلاتی ہے بہت
سننے والوں کے لئے سننا کوئی زحمت نہیں

——— ابوالاقبال

ترے سوا تو متاعِ حیات کچھ بھی نہیں
ازل ہو یا کہ ابد ہو یہ بات کچھ بھی نہیں

ترے ہی ذکر سے قائم ہے وقت کی اوقات
خوشی کا دن ہو کہ ہو غم کی رات کچھ بھی نہیں

اڑے ہیں جن کے پھریرے تری رضا سے اڑے
تری رضا کے بغیر ان کی ذات کچھ بھی نہیں

خرد نے آپ تراشے مجسّمے لیکن
حسیں بھی ہوں تو یہ لات و منات کچھ بھی نہیں

نظر میں تو جو نہیں ہے طراوتیں کیسی
یہ سبزہ زار یہ ڈالی یہ پات کچھ بھی نہیں

ترا کرم ہو تو ہر چیز ہے نشاں تیرا
نہیں تو دہر کی سب بیّنات کچھ بھی نہیں

سفر سے روک رہی ہے ہمیں تنِ آسانی
وگرنہ راہ کی سب مشکلات کچھ بھی نہیں

جو ذات پات کی تفریق میں الجھتے ہیں
خدا گواہ کہ ان کی تو ذات کچھ بھی نہیں

سکوں ملے تو بہت ہے یہ کنج عافیت
نہ ہو تو مملکتِ شش جہات کچھ بھی نہیں

ہے انکسار فلک آشنا نسیم مگر
انانیت کے لئے ممکنات کچھ بھی نہیں

نسیم سیفی

کیا آپ حضرت امام جماعت کی تمام تحریکات سے باخبر رہتے ہیں۔ اور ان میں حصہ بھی لیتے ہیں۔ نظام کی مضبوطی کے لئے یہ بات نہایت ضروری ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ارشادات حضرت فضل عمر

اللہ تعالیٰ آپ سے ہمیشہ راضی رہے

علمی مسائل

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم امانت اور دیانت کے اصول پر اتنی سختی سے عمل کرتے تھے کہ تاریخوں میں لکھا ہے جن دنوں اسلامی افواج نے خیبر کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ ایک یہودی رئیس کا گلہ بان جو اس کی بکریاں چرایا کرتا تھا مسلمان ہو گیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! مَیں اب ان لوگوں میں تو نہیں جا سکتا۔ لیکن میرے پاس اپنے یہودی آقا کی جو بکریاں ہیں ان کے متعلق حضور کا کیا ارشاد ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بکریوں کا منہ یہودی قلعہ کی طرف کر دو اور ان کو ادھر دھکیل دو۔ اللہ تعالیٰ خود انہیں ان کے مالک کے پاس پہنچا دے گا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور بکریاں قلعہ کے پاس چلی گئیں جہاں سے قلعہ والوں نے ان کو اندر داخل کر لیا۔

(سیرۃ الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۴۵)

اس واقعہ پر غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم امانت کی ادائیگی کا کتنا احساس رکھتے تھے اور کس طرح جنگ کے دوران میں بھی دشمن قوم کے اموال پر بے جا قبضہ کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے موجودہ زمانہ انتہائی ترقی یافتہ دور کہلاتا ہے مگر آجکل بھی کبھی ایسا واقعہ نہیں ہوا کہ جنگ کے دوران میں دشمن اقوام کے جانور ہاتھ آ گئے ہوں تو ان کو دشمن کی فوج کی طرف واپس کر دیا گیا ہو۔ لڑنے والوں کے اموال آجکل جنگ میں حلال سمجھے جاتے ہیں اور لوٹ کھسوٹ ایک روزمرہ کا کھیل سمجھا جاتا ہے مگر باوجود اس کے وہ بکریاں ایک ایسے شخص کی تھیں جو اسلامی افواج کے مقابلہ میں برسرِ پیکار تھا۔ اور باوجود اس کے کہ ان بکریوں کے قلعہ میں واپس چلے جانے کا یہ نتیجہ نکلتا تھا کہ مہینوں تک انہیں اپنی غذا کا سامان مہیا ہو جاتا اور لڑائی لمبی ہو جاتی۔ پھر بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ برداشت نہ کیا کہ امانت میں خیانت ہو بلکہ آپ نے فرمایا۔ بکریوں کا منہ قلعہ کی طرف کر دو اور انہیں اس طرف کو ہانک دو تا کہ امانت میں خیانت واقع نہ ہو۔ اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مسلمان ہوتے ہی پہلا سبق یہ دیا کہ جب کوئی امانت تمہارے پاس رکھ دی جائے تو تمہارا فرض ہے کہ انتہائی مشکلات میں بھی اس کی حفاظت کرو اور جس کی چیز ہے اسے واپس پہنچاؤ۔ صحابہؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سبق سیکھا اور انہوں نے بھی اس پر ایسی سختی سے عمل کیا جس کی نظیر آج تہذیب و شائستگی کی دعویدار اقوام میں بھی کہیں نظر نہیں آ سکتی۔ یہ کتنا شاندار نمونہ ہے جو صحابہؓ نے دکھایا کہ حمص جو عیسائیوں کا ایک مرکزی شہر تھا اس پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ اور انہوں نے لاکھوں روپیہ عیسائیوں سے ٹیکس کے طور پر وصول کر لیا۔ لیکن جب انہیں جنگی مصلحتوں کے ماتحت اس شہر کو خالی کرنا پڑا تو انہوں نے وہاں کے ذمہ دار افراد کو بلایا اور ان کا سارا روپیہ ان کو واپس کر دیا اور کہا ہم نے تم سے یہ ٹیکس اس لئے لیا تھا کہ ہم تمہارے جان و مال کی حفاظت کریں گے مگر اب چونکہ حالات مخدوش ہو رہے ہیں اور ہم اس شہر کو چھوڑ رہے ہیں اس لئے ہم دیانت و امانت کے اصول کے خلاف یہ بات سمجھتے ہیں کہ تمہارا روپیہ اپنے پاس رکھیں چنانچہ لاکھوں روپیہ ان کو واپس کر دیا گیا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اس واقعہ نے عیسائیوں کے قلوب پر ایسا گہرا اثر چھوڑا کہ جب مسلمانوں کا لشکر شہر سے نکلا تو وہ ساتھ ساتھ الوداع کہنے کے لئے چل پڑے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے جاتے تھے اور وہ کہتے جاتے تھے کہ خدا تمہیں پھر دوبارہ واپس لائے کہ ہم نے تمہارے جیسے نیک حاکم آج تک نہیں دیکھے۔ اسی طرح اسلام نے حکومت کو بھی امانت قرار دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ جب یہ امانت تمہارے سپرد ہو تو تم اس میں کبھی خیانت نہ کرو اور ہمیشہ حکومت کی باگ ڈور ایسے لوگوں کے ہاتھ میں دو جو حکومتی ذمہ داریوں کو پوری دیانت کے ساتھ ادا کرنے والے ہوں۔ اور تاریخ بتاتی ہے کہ مسلمانوں نے اس حکم پر بھی انتہائی سختی کے ساتھ عمل کیا ہے گبن یورپ کا ایک مشہور عیسائی مورخ ہے اس نے روم کے حالات کے متعلق ایک تاریخی کتاب لکھی ہے۔ وہ اس کتاب میں ملک شاہ کے متعلق جو الپ ارسلان کا بیٹا تھا بیان کرتا ہے کہ ابھی چھوٹی عمر کا تھا کہ اس کا والد فوت ہو گیا۔ اس کے مرنے کے بعد ملک شاہ کے ایک چچا۔ ایک چچازاد بھائی اور ایک سگے بھائی نے بالمقابل بادشاہت کا دعویٰ کر دیا اور آپس میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ نظام الدین طوسی ملک شاہ کے وزیر اعظم تھے اور چونکہ وہ شیعہ تھے انہوں نے ملک شاہ سے درخواست کی کہ آپ میرے ساتھ امام موسیٰ رضا کے مزار پر دعا کے لئے تشریف لے چلیں تا کہ اللہ تعالیٰ اس جنگ میں آپ کو کامیاب فرمائے۔ ملک شاہ چل پڑا اور اس نے وہاں دعا کی۔ جب دعا سے فارغ ہوئے تو ملک شاہ نے نظام الدین طوسی سے پوچھا کہ بتائیے آپ نے کیا دعا کی ہے۔ اس نے کہا میں نے تو یہ دعا کی ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کو فتح بخشے۔ ملک شاہ نے کہا۔ لیکن مَیں نے تو یہ دعا نہیں کی۔ مَیں نے تو یہ دعا کی ہے کہ اے میرے رب! اگر میرا بھائی مسلمانوں پر حکومت کرنے کا مجھ سے زیادہ اہل ہے تو تو اسے کامیابی بخش۔ اور میری جان اور میرا تاج مجھ سے واپس لے لے۔ اگر مَیں اس امانت کو زیادہ عمدگی سے ادا کرنے کے قابل ہوں تو پھر تو مجھے کامیابی عطا فرما۔

گبن ایک نہایت ہی متعصب عیسائی مورخ ہے مگر اس واقعہ کے سلسلہ میں وہ بے اختیار لکھتا ہے کہ اس مسلمان نوجوان شہزادہ کے اس قول سے زیادہ پاکیزہ اور وسیع نظریہ تاریخ کے صفحات میں تلاش کرنا ناممکن ہے اور عیسائیت کے بوڑھے بوڑھے بادشاہ بھی ایسے اخلاق کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ یہ روح جو مسلمانوں کے اندر پیدا ہوئی اسی بات کا نتیجہ تھی کہ اسلام نے ان کے دماغوں میں بڑی سختی کے ساتھ یہ بات مرکوز کر دی تھی کہ حکومت بھی ایک امانت ہے اور تمہارا کام یہ ہے کہ تم کبھی کسی امانت میں خیانت نہ کرو۔

تلقین عمل

فرماتا ہے۔ یہ مت خیال کرو کہ تمہاری ترقیات خدا تعالیٰ کے احکام کو توڑ کر بھی ہو سکتی ہیں۔ مان لیا کہ عقلی طور پر دنیا میں ترقی کرنے کے اور بھی ذرائع ہیں۔ لیکن آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے وہ خدا ہی کا ہے اگر تم اس کے ہو جاؤ گے تو وہ زمین و آسمان تمہارے حوالے کر دے گا۔ لیکن اگر تم خدائی احکام کی اتباع نہیں کرو گے تو تم خدا کا مقابلہ کر کے کبھی ترقی حاصل نہیں کر سکتے۔ اور یہ مت سمجھو کہ وہ بغیر کسی حکمت کے احکام دے دیتا ہے۔ وہ تمہارے حالات کو خوب جانتا ہے اور تمہاری ضروریات کو مدنظر رکھ کر ہی احکام نازل کرتا ہے۔ پس ان پر عمل کرنے سے تمہیں یقیناً ترقی اور کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ اور اگر تمہیں یہ خیال ہو کہ اگر ہم نے خدائی احکام کو مانا تو ہمیں فلاں فلاں تکلیف پہنچے گی۔ ہمارے رشتہ دار ہمارے مخالف ہو جائیں گے۔ ہماری ملازمتیں جاتی رہیں گی۔ ہماری تجارتوں کو نقصان ہو گا۔ ہماری عزت اور شہرت خطرہ میں پڑ جائے گی تو جب کہ خدا تعالیٰ نے جزا و سزا کا ایک دن مقرر کیا ہوا ہے۔ تو تمہیں گھبراہٹ کس بات کی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اعلیٰ درجہ کے انعامات سے نوازے گا اور تمہیں اپنے قرب سے حصہ دے گا۔ ہاں اگر نافرمانی کرو گے تو یاد رکھو کہ تم اس کی سزا سے نہیں بچ سکو گے۔

یہ کیفیت خلفاء راشدین کے زمانہ میں بھی جاری رہی اور انہوں نے بھی قیصر و کسریٰ سے زیادہ طاقت رکھنے کے باوجود سرکاری اموال کو کبھی بے جا خرچ نہیں کیا۔ بلکہ ایک ایک پیسہ اور ایک ایک پائی کی حفاظت کی اور اگر کسی جگہ انہوں نے روپیہ کا بے جا خرچ دیکھا تو بڑی سختی سے اس کو روکا اور افسروں کو معزول کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ تاریخوں میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب اپنے زمانہ خلافت میں بیت المقدس تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا کہ بعض صحابہؓ نے ریشمی کپڑے پہنے ہوئے ہیں ریشمی کپڑوں سے مراد وہ کپڑے ہیں جن میں کسی قدر ریشم ہوتا ہے۔ ورنہ خالص ریشم کے کپڑے تو سوائے کسی بیماری کے مردوں کو پہننے ممنوع ہیں۔ آپ ان لوگوں پر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ کیا تم اب ایسے آسائش پسند ہو گئے ہو کہ ریشمی کپڑے پہنتے ہو۔ اس پر ان میں سے ایک شخص نے اپنی قمیص اٹھا کر دکھائی تو معلوم ہوا کہ اس نے نیچے موٹی اون کا سخت کرتہ پہنا ہوا تھا۔ اس نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ ہم نے ریشمی کپڑے اس لئے نہیں پہنے کہ ہم ان کو پسند کرتے ہیں بلکہ اس لئے پہنے ہیں کہ اس ملک کے لوگ بچپن سے ایسے امراء دیکھنے کے عادی ہیں جو نہایت شان و شوکت سے رہتے تھے۔ پس ہم نے بھی اپنے لباسوں کو صرف ملکی سیاست کے طور پر بدلا ہے ورنہ ہم پر اس کا کوئی اثر نہیں۔ صحابہؓ کے اس عمل سے پتہ لگتا ہے کہ انہوں نے اپنے غلبہ کے زمانہ میں بھی کبھی اسراف سے کام نہیں لیا اور اگر کسی مقام پر ان سے کوئی لغزش بھی ہوئی تو خلفاء نے ان کو ڈانٹا اور انہیں نصیحت کی کہ وہ اموال کے خرچ میں افراط و تفریط سے بچیں اور سادگی اختیار کریں۔ اس زمانہ میں زیادہ تر شادی بیاہ کے موقعہ پر لوگ اپنی ناک رکھنے کیلئے زیورات وغیرہ پر طاقت سے زیادہ روپیہ خرچ کر دیتے ہیں جو انجام کار ان کے لئے کسی خوشی کا موجب نہیں ہوتا کیونکہ انہیں دوسروں سے قرض لینا پڑتا ہے۔ جس کی ادائیگی انہیں مشکلات میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اگر کسی کے پاس وافر روپیہ موجود ہو تو اس کیلئے شادی بیاہ پر مناسب حد تک خرچ کرنا منع نہیں۔ لیکن جس کے پاس نقد روپیہ موجود نہیں وہ اگر ناک رکھنے کے لئے قرض لیکر روپیہ خرچ کرے گا تو اس کا یہ فعل اسراف میں شامل ہو گا۔ مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اسراف کی شکلیں ہمیشہ بدلتی رہتی ہیں مثلاً اگر ایک شخص کی آمد دو چار ہزار روپیہ ماہوار ہے اور وہ پندرہ بیس روپے گز کا کپڑا پہنتا

باقی صفحہ ۔ کالم ۲ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شذرات
نون سین

آزادی کے مخالف

بالٹک ریاستوں میں آزادی کی جو لہر اٹھی ہوئی ہے جس کی وجہ سے وہ روس سے الگ ہو کر اپنا وہی تشخص قائم کرنا چاہتی ہیں جو آج سے ۴۰ سال پہلے تھا یعنی اس وقت سے پہلے جب انہیں جبری طور پر روس میں ضم کر لیا گیا تھا کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ ان ریاستوں کے کچھ باشندے ایسے بھی ہوں گے جو اس آزادی کی مخالفت کر رہے ہوں لیکن اب اسٹونیا میں احتجاجی مظاہرے ہو رہے ہیں اور مظاہرین کی یہ خواہش ہے کہ روس سے علیحدہ نہ ہوا جائے۔ مظاہرین نے اس بات کی کوشش کی کہ اسٹونیا کی پارلیمنٹ پر قبضہ کر لیا جائے اور جتنے بڑے بڑے عمائدین ہیں جو اس وقت سرکاری عہدوں پر فائز ہیں انہیں الگ کر دیا جائے۔ اسٹونیا کے وزیر اعظم نے کہا ایسا لگتا ہے کہ حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ جس روز اسٹونیا میں یہ واقعہ پہلی دفعہ پیش آیا اسی دن لٹویا کے دارالخلافہ ریگا میں بھی ایسے مظاہرے دیکھنے میں آئے وہاں روسی فوجی افسر جن کی تعداد تقریباً دو سو بتائی جاتی ہے نے پارلیمنٹ پر دھاوا بول دیا جہاں ایک متبادل فوج کا انتظام کرنے پر بحث ہو رہی تھی۔ جب یہ واقعہ پیش آ رہا تھا تقریباً پانچ ہزار لوگوں نے حکومت کے سربراہوں کے استعفے کا مطالبہ کیا اور پارلیمنٹ پر روسی ری پبلک کا جھنڈا لہرا دیا۔ اس سے قبل آزادی پسند لوگوں نے اسٹونیا کی پارلیمنٹ سے روسی ایمبلم کو ہٹا کر اسٹونیا کا سہ رنگا جھنڈا نصب کر دیا تھا۔ یہ وہی جھنڈا تھا جو جنگ سے پہلے اور آزادی کے دنوں میں اسٹونیا میں موجود تھا۔
ٹالن ریڈیو نے بتایا کہ اسٹونیا کے وزیر اعظم ایگر ساویسار نے اسمبلی کی ایک کھڑکی میں سے جھانکا اور زور سے کہا کہ یہ حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کے مترادف ہے۔ انہوں نے اسٹونیا کے باشندوں سے اپیل کی کہ وہ حکومت اور پارلیمنٹ کی مدد کریں۔ اس کے جواب میں ہزاروں باشندوں نے مظاہرین کو منتشر کر دیا۔ ریڈیو ٹالن نے یہ بھی بتایا کہ مظاہرے نہایت امن پسندانہ تھے۔ صرف لوگ نعرے لگا رہے تھے۔ وہ نئی حکومت کی مخالفت کر رہے تھے اور انہوں نے روس کے سرخ جھنڈے اٹھائے ہوئے تھے۔ اس سے قبل حکومت نے مظاہرین سے ملاقات کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن ملاقات سے پہلے ہی ان لوگوں نے تقریریں شروع کر دیں اور اس بات کا مطالبہ کیا ساویسار اور اسٹونیا کے صدر آرنلڈ روٹل مستعفی ہو جائیں۔ جن لوگوں نے مظاہرین کی مخالفت کی وہ ریڈیو سٹیشن کی طرف بھی گئے تاکہ مظاہرین کے حملوں سے اس عمارت کو بچایا جائے۔
گویا کہ اب بالٹک ریاستوں میں ان لوگوں نے جو روس پسند ہیں اور چاہتے ہیں کہ روس کی برتری قائم رہے اور یہ ریاستیں روس ہی میں ضم رہیں، نے اپنی کاروائیاں شروع کر دی ہیں۔ اب اگر جھگڑے ہوئے تو ملکی باشندوں کے آپس میں جھگڑے ہوں گے۔ ہو سکتا ہے کہ روس کی حکومت نے کسی نہ کسی رنگ میں ان لوگوں کی حوصلہ افزائی کی ہو تاکہ ان کے آزادی کے اعلان واپس کروائے جا سکیں۔

بڑھاپے کی باتیں

بچپن اور جوانی سے بڑھاپے کا اتنا فاصلہ ہے کہ بڑھاپے کو بہتر طریق پر بسر کرنے کیلئے اگر بچپن اور نوجوانی میں کوئی احتیاطیں بتائی جائیں تو ان پر عمل تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔ دراصل عام حالات میں انسان احتیاط صرف ان باتوں کے متعلق کرتا ہے جو تھوڑے ہی عرصے میں واقع ہو جانے والی ہوں۔ ورنہ احتیاط کا تصور تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔ امریکہ میں میری لینڈ میں ایک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بڑھاپے پر تحقیق کر رہی ہے۔ بڑھاپا کیا ہے۔ یہ کس طرح انسان پر وارد ہوتا ہے۔ کیا کچھ کرنے سے بڑھاپے کی کمزوریاں کم کی جا سکتی ہیں یا اگر ممکن ہو تو بڑھاپے کو بالکل ختم کیا جا سکے۔ ان تمام باتوں کے متعلق میری لینڈ میں تحقیق کی جا رہی ہے۔ اگرچہ وہاں کے سائنس دان یہ تو نہیں سمجھ پائے کہ بڑھاپا ہے کیا۔ لیکن ان کے تجربات نے یہ بات یقیناً ثابت کر دی ہے کہ اگر بھوک سے تھوڑا کم کھانا کھایا جائے تو بڑھاپے میں انسان سنکی نہیں بنتا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کم کھانا کھانے سے عمر میں تھوڑا بہت اضافہ ہو جائے چوہوں پر جو تجربات کئے گئے ہیں۔ ان کے نتیجے میں ان کی اوسط عمر میں ۵۰ فیصد کا اضافہ ہو گیا اور تجربہ یوں کیا گیا ہے کہ چوہوں کو صرف اتنی ہی غذا دی گئی جسے قوت لایموت کہہ سکتے ہیں یا جس کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ان کی توانائی کو قائم رکھنے کے لئے کافی تھی۔ چنانچہ اس کم خوراکی کی وجہ سے ان کی اوسط عمر میں اضافہ ہو گیا۔ جسم میں مالیکیول کے ایسے آوارہ باریک ٹکڑے موجود ہوتے ہیں کہ اگر ان کو توانائی ملتی رہے تو وہ زندہ خلیوں پر حملے کرتے ہیں اور یہ حملے بدن میں ضعیف العمری کے اثرات پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ اگر غذا کم رکھی جائے تو ان آوارہ ٹکڑوں کو زیادہ توانائی نہیں ملتی اور یہ زندہ خلیوں پر حملہ نہیں کر سکتے۔ جہاں تک غذا کا تعلق ہے۔ تجربات نے بتایا ہے کہ پروٹین اور نمکیات کا استعمال کم کیا جائے تو عام صحت کے لئے اور بڑھاپے میں خاص طور پر اسکا فائدہ ہوتا ہے۔ لیکن جیسے کہ شروع میں کہا گیا ہے بچپن یا نوجوانی اور بڑھاپے میں اتنا فاصلہ ہے کہ اگر کسی بچے یا نوجوان سے کہا جائے کہ یہ یہ احتیاط کرو تاکہ بڑھاپا اچھی طرح بسر کر سکو تو وہ یقیناً اس بات پر ہنسے گا۔ اور کہے گا بڑھاپا آئے گا تو دیکھی جائے گی حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جب بڑھاپا آ ہی جائے گا تو پھر کیا دیکھنا۔ پھر تو جیسا بھی آ گے گا ویسا ہی بسر کرنا پڑے گا احتیاط کے زمانے تو اس سے پہلے کے ہیں۔

تائیوانی منڈیلا

جنوبی افریقہ کے قوم پرست رہنما نیسن منڈیلا نے تقریباً ۳۰ سال جیل میں گزارے ہیں وہ حال ہی میں جیل سے رہا کئے گئے ہیں۔ ساری دنیا میں ان کے نام کا ڈنکا بج رہا ہے بلکہ اب تو تمام ایسے افراد کو جو لمبا عرصہ جیل میں رہے ہیں۔ منڈیلا ہی کا نام دیا جا رہا ہے
تائیوان میں بھی ایک شخص جو تقریباً ۲۵ سال جیل میں رہے ہیں انہیں تائیوانی منڈیلا کہا جانے لگا ہے۔ اس تائیوانی منڈیلا کو جس کا اصل نام شہیہ منگ تھن ہے (SHIH MING THIN) عمر قید کی سزا مارشل لاء کی عدالتوں میں ۱۹۸۰ء میں دی گئی تھی اب صدارتی انتخاب کے بعد صدر لی ٹنگ ہوئی (LEETENG HUI) نے خیر سگالی کے طور پر نئی جمہوریت کی آمد کے سلسلے میں انہیں رہا کیا ہے رہائی کے پہلے ہی دن تائیوانی منڈیلا مسٹر شہیہ نے کہا کہ تائیوان کے جزیرے پر جو تبدیلیاں آئی ہیں۔ خاص طور پر ان کی قید کے دوران وہ ان کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں۔ جمہوریت کا ایک نیا دور تو شروع ہو گیا ہے لیکن مجھے اپنے ساتھیوں کی ہمراہی میں جمہوریت کیلئے بہت سی کوشش کرنا باقی ہے۔
ان کے ساتھ ہی ۹ دیگر سیاسی قیدی بھی رہا کئے گئے اور ان کی رہائی کے احکام صدر لی نے خود جاری کئے۔ یہ احکام جمہوریت کے نئے دور اور ان کی اپنی صدارت کی خوشی میں جاری کئے گئے تھے۔ ان سب رہائی پانے والوں میں جیل سے سب سے آخر میں باہر آنے والے شہیہ تھے۔
باقی لوگ بھی فسادات یا حکومت کی مخالفت کے سلسلے میں جیل گئے تھے۔ ۱۹۷۹ء میں جن لوگوں کو زیر حراست لیا گیا تھا۔ ان میں سے بہت سے لوگ تو صدر چیانگ چنگ کوو
CHIANG CHING KUO
نے اس وقت رہا کر دیئے تھے جب ۱۹۸۷ء میں مارشل لاء اٹھایا گیا تھا۔ لیکن ان تمام لوگوں کی رہائی کے باوجود شہیہ کو ایک فوجی ہسپتال میں رہنا پڑا۔ یہاں ان کے جگر کی بیماری کا علاج ہو رہا تھا۔

رفیق خاور

دس بارہ کتب کے مصنف اور اردو لغت کے بورڈ کے نائب ایڈیٹر جو کہ لمبے عرصے تک "ماہ نو" کے ایڈیٹر بھی رہے تھے۔ گذشتہ روز کراچی میں ۸۲ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ آپ کی کتابیں اردو فارسی انگریزی اور پنجابی زبان میں ہیں۔ اور جو چھپ چکی ہیں ان کے علاوہ متعدد کتب مسودات

باقی صـ ۶ کالم ۴ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پروفیسر میاں محمد افضل

اوراقِ پارینہ

اکثر ایسے ہوا کہ گزرے ہوئے نظارے ماضی کے دھندلکوں سے جھانکنے لگے۔ یادوں کی بارات۔ رنگین وحسین بارات نگاہوں کے سامنے چلنے لگی۔ ماضی کی ورق گردانی کرتے ہوئے ڈائری کے وہ حصے سامنے آئے جس میں اس دَور کی روئداد رقم تھی جب میں نے آج سے تیس سال قبل امریکہ کی واشنگٹن سٹیٹ یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور وہاں پندرہ ماہ قیام کرنے کا اتفاق ہوا۔ ایک سکریپ بک میں اخبارات کے تراشے محفوظ کرتا گیا۔ یہ آج میرے سامنے پڑی ہے۔ ان خبروں اور واقعات میں سے کچھ ہدیۂ قارئین کرنا چاہتا ہوں۔

داخلہ کا طریق کار: ستمبر کی ایک ٹھٹھرتی ہوئی صبح ہے۔ طلباء وطالبات ہاتھوں میں مختلف قسم کے کارڈوں سے بھرے ہوئے لفافے تھامے ایک قطار میں کھڑے ہیں قطار کی لمبائی کا اندازہ کچھ یوں کیجئے کہ یہ لمبی بہت ہی لمبی قطار ایک لمبی سڑک کے ساتھ ساتھ چلی جاتی ہے۔ آگے بل کھاتی ایک بلڈنگ کے برآمدوں اور راہداریوں سے گزرتی ایک ہال پہ جا کے ختم ہوتی ہے۔ بلا مبالغہ یہ دو اڑھائی فرلانگ لمبی ہوگی۔ قطار کبھی منجمد ہو جاتی ہے کبھی رینگنے لگتی ہے، مگر طلباء و طالبات تقریباً خاموش کھڑے ہیں۔ نہ انکے چہروں پہ کوئی شکن ہے نہ اضطراب کا اظہار ہر ایک بڑے مطمئن انداز میں اپنی باری کا منتظر ہے جو شاید دو گھنٹے کے بعد آئے۔ کچھ ایسے ہیں جو سینڈوچ سے شغل کر رہے ہیں اور کچھ اپنی سوچوں میں گم سم ہیں۔ مگر نہ جھنجھلاہٹ نہ کسی قسم کی نعرہ بازی ہے نہ اس سست روی پہ یونیورسٹی کے خلاف فقرے بازی ہے اور اس طرح شام تک سات ہزار طلباء رجسٹر ہو جاتے ہیں۔ ایک باہر سے آنے والے طالب علم کو جو چیز متاثر کرتی ہے وہ ہے یہ اطمینان وسکون کا مظاہرہ۔ کاش کچھ ایسی کیفیت ۔ ایسا سکون ہماری یونیورسٹیوں میں بھی نظر آنے لگے۔

جلسہ نہ جلوس ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں کی ایک خصوصیت جلسوں اور جلوسوں کا شور شرابا ہے اور جب ان کا موسم شروع ہو جائے تو پڑھائی بھی ان کی نذر ہو جاتی ہے۔ طلباء کی تنظیمیں محاذ آرائی سے کیمپس کی رونق کو دوبالا کرتی رہتی ہیں۔ آج کے دَور میں تو طلباء نہیں بلکہ ان کے بڑے جلسے جلوسوں میں بازی لے گئے ہیں۔ ان کی تتبع میں تعلیمی اداروں میں بھی گرمجوشی کا مظاہرہ ہوتا رہتا ہے۔

مجھے اس امریکن یونیورسٹی میں پندرہ ماہ قیام کا موقع ملا۔ ہر طرف چھائی ہوئی خاموشی دیکھ کر کئی دفعہ خیال آیا کہ یہ کیسی یونیورسٹی ہے جس میں ہماری طرح زندگی کے آثار ہی نظر نہیں آتے۔ نہ جلسہ نہ جلوس .... آخر ایک روز طلباء کی ایک لمبی سی قطار نظر آگئی۔ میں نے سوچا کہ وہ جو میرے ذہن میں یونیورسٹی کا ایک امیج بنا تھا آج ریزہ ریزہ ہوتا نظر آتا ہے۔ میں نے اس "جلوس" کو بغور دیکھا مگر وہ تو ایک خاموش جلوس تھا۔ نہ کوئی چیختی ہوئی نعرہ بازی نہ ہی ڈھول کی تھاپ نہ بھنگڑا کی آواز۔ ایک اَور بات کچھ عجیب سی دکھائی دی کہ سب طلباء ننگے پاؤں تھے۔ معلوم یہ ہوا کہ یہ کوئی جلوس نہیں بلکہ اپنی ایک رسم نبھا رہے ہیں اور وہ رسم یہ تھی کہ میری یونیورسٹی اور قریبی یونیورسٹی میں گورنمنٹ کالج لاہور اور اسلامیہ کالج کی طرح فٹ بال کے سلسلہ میں پرانی رقابت چلی آتی تھی۔ ان کے درمیان میچ بڑے زوردار ہوتے اور یہ معرکہ اتنا شدید ہوتا کہ اسے "جنگِ پلوس" کا نام دیا گیا تھا (پلوس وہاں کا دریا تھا) خوب شور شرابا ہوتا مگر وہ بھی ایک منظم طریق سے یعنی ایک خاص سکواڈ چیئر گرل کا بنایا گیا تھا جو دورانِ میچ مختلف طریقوں سے خوشی کا اظہار کرتیں جو ٹیم ہار جاتی اسے اگلے سال دوسری یونیورسٹی تک (درمیانی فاصلہ آٹھ میل تھا) پیدل اور ننگے پاؤں جانا پڑتا۔ جیتی ہوئی ٹیم ان کی آمد پر تفاخر کے اظہار سے نعرہ بازی نہ کرتی بلکہ مہمان نوازی کا ثبوت دیتے ہوئے ان کے گرد سے اَٹے ہوئے پاؤں دھلاتی... سو پندرہ ماہ میں ایک ہی جلوس نظر آیا مگر وہ بھی جلوس نہ نکلا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ پرانا زمانہ آج سے بہت بہتر اور زیادہ پُرسکون تھا اور دوسری شاید یہ کہ ہم آزادی حاصل کرنے کے بعد کچھ حدود وقیود سے زیادہ ہی آزاد ہو گئے ہیں اور وہ لوگ ابھی ہمارے "مقام" تک نہیں پہنچ پائے کاش ایسی باتوں کو باعثِ فخر سمجھنے کی بجائے ہم انہیں باعثِ عبرت سمجھیں۔

ہیلو ڈے میرے سامنے اخبار کا ایک تراشہ ہے۔ ۱۲ مئی کا دن اس یونیورسٹی نے اس لئے مخصوص کیا ہے کہ ایک خاص سڑک پر ہر آنے جانے والے کو ہیلو کہا جائے مگر مسکراتے ہوئے (اور میرے سامنے امام جماعت احمدیہ ثالث کا مسکراتا ہوا چہرہ آگیا) اس لئے کہ مسکراہٹیں رنجشوں کو ختم کرتی ہیں۔ اجنبیت کی برف پگھلاتی ہیں اور ایک دوسرے کو قریب تر لاتی ہیں۔ یہ خوش خلقی کا مظاہرہ مسکراہٹوں کو ساری یونیورسٹی میں پھیلا دیتا ہے۔ کیا ہم اپنے ہاں سکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ایسے پروگرام نہیں اپنا سکتے؟ مسکراہٹوں کا سہارا لینے سے شاید کلاشنکوف کا استعمال قدرے کم ہو جائے اور شعلے برسنے کی بجائے پھول کھلنے لگیں۔

گلاب ہی گلاب ایک اَور خبر ملاحظہ کیجئے۔ واشنگٹن یونیورسٹی کی وہ طالبات جن کا انتخاب بطور ملکہ کے کیا گیا کیلیفورنیا کی ROSE BOWL PARADE میں اس یونیورسٹی کی نمائندگی کریں گی۔ یہ پریڈ کرسمس کے موقعہ پر کیلیفورنیا کے شہر پیسا ڈینا میں ترتیب دی جاتی ہے۔ اس میں دوسرے شہروں سے بھی وہ "شہزادیاں" شامل ہوتی ہیں۔ گویا یہ حسن اور گلاب کی نمائش ہوتی ہے اور اس مضمون میں اس کا ذکر اس لئے آگیا کہ گلاب کی خوشبو سے یہ بھی معطر ہو جائے۔

ڈین سے پروفیسر میری یونیورسٹی کے ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے ڈین صاحب نے ایک تحریری درخواست دی کہ ان سے ڈین شپ کے اختیارات لے لئے جائیں اور انہیں ان فرائض سے سبکدوش کیا جائے اور انہیں اجازت دی جائے کہ وہ ایک قدم نیچے اتر کر محض پروفیسر بن جائیں۔ ایسی خواہش کا اظہار انہوں نے اس لئے کیا کہ وہ ایک کتاب لکھنا چاہتے تھے اور انتظامی ذمہ داریاں انہیں اس کی اجازت نہیں دے رہی تھیں۔ اس خبر پر ایک تبصرہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے والی بات ہے اور دوسرا یہ بھی کہ پروفیسر کا صحیح مقام اور کام یہی ہے کہ وہ بجائے اس کے کہ انتظامی امور میں ہی الجھا رہے وہ علم کے تقاضے پورے کرنے کو اپنا اوّلین فرض سمجھے۔ اس میں ہمارے ان اساتذہ کے لئے سبق ہے جو کتاب بند کئے بیٹھے ہیں۔

زیادہ تنخواہ لینے سے انکار ایک روز اخبار میں ایک عجیب خبر نظر آئی پہلے تو یقین نہ آیا مگر آخر یقین کرنا ہی پڑا کیونکہ خبر بڑی تفصیلی تھی اور نامہ نگار معتبر۔ ایک ریاست کے گورنر روزلینی نے دو سال قبل ان کی تنخواہ بڑھانے سے متعلق اسمبلی کے فیصلہ کو ویٹو کر دیا تھا۔ انہوں نے اپنے نوٹ میں تحریر کیا۔

"میں بار بار یہ اعلان بھی کر چکا ہوں اور اسمبلی کو مشورہ بھی دے چکا ہوں کہ نہ میں نے اپنی تنخواہ میں اضافہ کا تقاضا کیا ہے اور نہ مجھے اس کی ضرورت ہے یہ میری قیمتی رائے ہے کہ گورنر کی تنخواہ نہیں بڑھانی چاہیئے اور یہ میرا سوچا سمجھا فیصلہ ہے کہ اخراجات میں کمی کی مہم کا آغاز میرے دفتر سے ہونا چاہیئے"۔ مگر خبر یہ تھی کہ اس سب کچھ کے باوجود گورنر کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنی تنخواہ میں ۵۰۰، ڈالر سالانہ کا اضافہ قبول کر لیں۔ واقعی دنیا میں ایسے بھی لوگ ہیں جو قومی تقاضوں کو ذاتی تعیشات پر ترجیح دیتے ہیں۔ یہ ہمارے بعض سیاستدانوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ کاش ہماری سوچ بھی ذات کے دائرے سے نکل کر قومی مفادات کے گرد گھومنے لگے۔

وائس چانسلر کی بیگم وہاں غیر ملکی طلباء کی خاصی پذیرائی ہوئی۔ تعلیمی سال کے آغاز میں ہی یونیورسٹی کے وائس چانسلر (وہاں انہیں پریذیڈنٹ کہا جاتا ہے) کے ہاں دعوت تھی جس میں سب غیر ملکی طلباء/طالبات کو مدعو کیا گیا تھا۔ چائے، کافی لنچ اور دوسرے لوازمات سے میزیں بھری ہوئی تھیں۔ وائس چانسلر اور ان کی بیگم ہر طالب علم سے فرداً فرداً ملاقات کر رہے تھے۔ مختلف موضوعات پر بات ہوتی رہی۔ تھوڑی دیر کے بعد وائس چانسلر صاحب کی بیگم غائب ہو گئیں۔ باورچی خانہ سے کھٹ کھٹ کی آوازیں آنے لگیں۔ کوئی آدھ گھنٹے کے بعد وہ پھر شامل گفتگو ہو گئیں۔ پتہ یہ چلا کہ وہ درمیانی عرصہ میں باورچی خانہ میں استعمال شدہ پلیٹیں دھوتی رہیں اور مہمانوں کو رخصت کرنے سے قبل انہوں نے سارا کام نبٹا لیا تھا۔ یہ تھیں یونیورسٹی کے سب سے بڑے عہدہ دار کی بیگم جنہوں نے اکیلے ہی کھانے پینے کے انتظامات بھی کئے اور پھر چند منٹوں میں برتن دھو کر فارغ

باقی صفحہ کالم ۱ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وزیراعظم پاکستان محترمہ بینظیر بھٹو کا اسلامی ملکوں کا حالیہ دورہ (۱۵ تا ۲۳ مئی ۱۹۹۰ء)

وزیر اعظم پاکستان محترمہ بے نظیر بھٹو کا اسلامی ممالک کا حالیہ دورہ بڑی اہمیت کا حامل ہے جس میں انہوں نے اپنے نو روزہ دورے میں اسلامی ممالک سے رابطہ کیا اور انکے سربراہان مملکت و حکومت سے گفت و شنید ہوئی۔

اس دورے کا بڑا مقصد دنیا کو مقبوضہ کشمیر کی اصل صورت حال سے آگاہ کرنا اور وہاں کے مسلمان کشمیریوں کے لئے پاکستان کے جذبات سے باخبر کرنا تھا۔ وزیر اعظم کو ہر جگہ خاطرخواہ پذیرائی حاصل ہوئی اور دورہ نہایت کامیاب رہا۔ پاکستان کے دوست ملکوں نے پاکستان کے موقف کی بھرپور تائید کی اور ہر موقع پر پاکستان کا مکمل ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔

اس دورے کی ابتداء ایران سے ہوئی۔ ان کی والدہ کا تعلق ایران سے ہے لہٰذا ان کا دورۂ ایران ایک جذباتی رنگ بھی رکھتا تھا۔ ایران نے مسئلہ کشمیر کے موقف پر پاکستان کی نہ صرف بھرپور حمایت کی بلکہ اس کے عملی مظاہرے کے طور پر بھارتی وزیر خارجہ کو ایران کا دورہ کرنے سے روک دیا جو غیرمعمولی اقدام ہے۔ ایران نے وزیر اعظم کے اس خیال کی تائید کی کہ جنگ سے ممکنہ حد تک گریز کیا جائے تاہم ایران نے یقین دلایا کہ جنگ کی صورت میں ایران پاکستان کا مکمل ساتھ دے گا ایران کے صدر علی اکبر ہاشمی رفسنجانی نے وزیراعظم کے اعزاز میں عشائیہ دیا تھا جس سے خطاب کرتے ہوئے ایرانی صدر اور وزیراعظم پاکستان نے اسلامی امہ سے اپیل کی کہ وہ کشمیریوں پر بھارتی حکومت کی طرف سے روا رکھے گئے مظالم کے خلاف اٹھ کھڑی ہو۔

ایران کے دورے کے دوران انہوں نے مزارات پر بھی حاضری دی۔ انہوں نے ایران سے اپیل کی ہے کہ وہ لبنان میں مغربی ملکوں کے یرغمالیوں کا مسئلہ حل کرنے کے لئے اقدام کرے۔ انہوں نے ایک برطانوی شہری مسٹر جان میکارتھی کی رہائی کے لئے خاص طور پر اپیل کی جو ان کی کلاس فیلو کے بھائی ہیں۔ دوران گفتگو مسئلہ افغانستان بھی زیرغور آیا۔

ایران کے بعد وزیراعظم ترکی کے دورہ پر تشریف لے گئیں۔ ترکی ہمیشہ پاکستان کا ساتھ دیتا رہا ہے اور اس کے طرزعمل کے بارے میں کبھی کوئی ابہام نہیں رہا۔ ترکی کے وزیر اعظم مسٹر یلدرم اقبلوت نے وزیر اعظم پاکستان کے اعزاز میں دیئے گئے ظہرانے میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ مقبوضہ کشمیر میں پائی جانے والی صورت حال پر انہیں تشویش ہے اور یہ مسئلہ پاکستان اور بھارت کے درمیان ہمیشہ تنازعہ کا باعث رہا ہے۔ بھارت کا رویہ ہمیشہ جارحانہ رہا ہے اب جبکہ کشمیری عوام اپنا حق لینے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں تو انہیں پاکستان کی طرح ترکی کی طرف سے بھی مکمل حمایت حاصل رہے گی۔ تہران میں پاکستان ایران اور ترکی کے خارجہ سیکرٹریوں کی ملاقات ہوئی تھی جس میں ایران اور ترکی نے اپنی مشترکہ منڈیوں کے لئے پاکستان کی بھرپور حمایت کا یقین دلایا تھا۔ ترکی کے وزیر اعظم نے کہا کہ مقبوضہ کشمیر کے مسئلہ کا حل طاقت سے نہیں نکالا جا سکتا بلکہ اس کے لئے باہمی افہام و تفہیم اور میانہ روی کا مظاہرہ کیا جائے۔ انہوں نے اس سلسلے میں پاکستان کی کوششوں کی بھرپور حمایت کی۔ انہوں نے افغانستان کے مسائل کے حل کے لئے بھی پاکستان کے مؤقف کی تائید کی۔ وزیراعظم پاکستان نے اپنے جوابی خطاب میں ترکی کی دلیرانہ حمایت پر شکریہ ادا کیا اور اسلامی ملکوں کو خصوصی طور پر مسئلہ کشمیر کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہونے کی اپیل کی۔

ترکی کے بعد وزیراعظم شام تشریف لے گئیں۔ دمشق میں شام کے صدر نے ان کے اعزاز میں عشائیہ دیا۔ شام کے وزیر اعظم محمود انزوبی کے ساتھ رسمی مذاکرات ہوئے جن میں علاقائی اور بین الاقوامی اہمیت کے مسائل بالخصوص مقبوضہ کشمیر کے حوالے سے زیر غور آئے۔ دمشق پہنچنے پر ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔ وزیر اعظم نے مسئلہ فلسطین اور دیگر اہم امور پر بھی تبادلہ خیال کیا۔ صدر شام کی طرف سے دی گئی ضیافت میں وزیر اعظم کے بھائی مرتضیٰ بھٹو ان کی اہلیہ اور بیٹی فاطمہ نے بھی شرکت کی۔ وزیراعظم پاکستان نے اس موقع پر شام کے لئے پانچ ہزار ٹن چاول تحفے کے طور پر خیرسگالی کے اظہار کی خاطر دینے کا اعلان کیا

شام کے بعد اگلی منزل اُردن تھی جہاں وزیر اعظم پاکستان کا شاندار استقبال ہوا۔ اُردن کے فرمانروا شاہ حسین سے ملاقات ہوئی شاہ حسین کے چھوٹے بھائی اور ولی عہد شہزادہ حسن بن طلال نے محترمہ بے نظیر بھٹو کے اعزاز میں عشائیہ دیا۔ شہزادہ طلال پاکستان کی سابقہ خاتون سفارت کار شائستہ اکرام اللہ کے داماد ہیں۔ اردنی رہنماؤں نے یقین دلایا کہ اُردن پاکستان کے ساتھ اپنے دیرینہ تعلقات کے حوالے سے پاکستان کی ان کوششوں میں ہاتھ بٹائے گا جو وہ جنگ کو روکنے کی غرض سے کر رہا ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ بھارت کو پاکستان پر حملہ کرنے کی جسارت نہیں کرنی چاہیئے۔ اردن سے وزیر اعظم پاکستان شمالی یمن پہنچیں۔ پاکستان کے کسی بھی سربراہ مملکت کا یہ پہلا دورہ شمالی یمن تھا۔ شمالی یمن نے بھی مسئلہ کشمیر کے حل کے لئے پاکستان کے موقف کی تائید کی اور اپنی مکمل حمایت کا یقین دلایا۔ شمالی یمن کے رہنماؤں نے یمن کے اتحاد کی تفصیلات سے بھی وزیر اعظم کو آگاہ کیا اور بتایا کہ جنوبی یمن کے صدر علی عبدالرحمٰن وزیراعظم بن جائیں گے یہ انتظام دو سال کے لئے ہوگا۔ جس کے بعد وہاں انتخابات کے ذریعے نئی حکومت قائم ہوگی۔

یہاں سے وزیر اعظم مصر کیلئے روانہ ہوئیں۔ مصر نے یقین دلایا ہے کہ وہ بھارت کو پاکستان پر حملہ آور ہونے سے روکنے کے لئے اپنا اثر و رسوخ استعمال کرے گا۔ قاہرہ میں قیام کے دوران محترمہ بے نظیر بھٹو کی فلسطینی ریاست کے سربراہ یاسر عرفات سے ملاقات ہوئی۔ یہیں پر سعودی عرب کے نائب وزیر خارجہ سعودی شاہ فہد کا ذاتی پیغام لے کر آئے اور محترمہ بے نظیر بھٹو سے ملے۔

مصر سے وزیر اعظم پاکستان لیبیا گئیں طرابلس پہنچتے ہی وزیر اعظم عزیزیہ محل گئیں جسے ۱۹۸۶ء میں امریکہ نے بمباری کر کے تباہ کرنے کی کوشش کی تھی جس کا مقصد کرنل قذافی کی جان لینا تھا لیبیا کے رہنما نے وزیر اعظم بے نظیر بھٹو سے اسی کامپلیکس میں قائم اپنے خیمے میں بات چیت کی کرنل قذافی نے اس امر کا یقین دلایا ہے کہ اگر پاکستان پر حملہ ہوا تو لیبیا نہ صرف اخلاقی و سیاسی مدد کرے گا بلکہ وہ مادی طور پر بھی پاکستان کی اعانت کرے گا۔

تیونس وزیر اعظم پاکستان کے دورے کی آخری منزل تھا۔ یہاں وزیر اعظم تیونس نے ان کے اعزاز میں عشائیہ دیا اور باہمی دلچسپی کے امور پر تبادلۂ خیال کیا۔ تیونس کے صدر جناب زین العابدین نے محترمہ بے نظیر بھٹو سے تفصیلی ملاقات کی اور کہا کہ ان کا ملک عرب اسلامی ممالک میں بھی مسئلہ کشمیر کو اٹھائے گا۔ مزید برآں انہوں نے یہ بھی کہا کہ تیونس اپنی آزادی کی جدوجہد میں پاکستان کی طرف سے دی گئی مدد کو فراموش نہیں کر سکتا۔

بقیہ: صفحہ ۴ سے آگے

کی صورت میں ان کی فیملی کے پاس موجود ہیں انجمن ترقی اردو بورڈ نے اظہارِ تعزیت کیلئے ایک جلسہ منعقد کیا جہاں مسٹر شہزاد منظر ادیب سہیل ڈاکٹر وفا راشدی اور مسٹر مختار اجمیری نے اپنے اپنے خطاب میں رفیق خاور کی خوبیوں اور ان کی محنت اور لگن کا ذکر کیا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بقیہ: صـ۵ سے آگے

بھی ہوگئیں۔ ان محترمہ کے مقابلہ میں ہماری بعض بیگمات تو صحیح معنوں میں بیگم ہوتی ہیں۔ وہ ایک بات میں ماہر ہوتی ہیں یعنی نوکروں کو تگنی کا ناچ نچانے میں۔ مگر اب گھریلو ملازم قسم کی چیز بھی ناپید ہوتی جارہی ہے اور آئندہ چند سالوں میں بیگمات کو باورچی خانہ پر بلا شرکت غیرے اقتدار حاصل ہوجائے گا۔ اس وقت کی تیاری ابھی سے کرنی چاہیئے۔

فرض شناسی گرمیوں میں ایک روز لائبریری سے گھر پہنچا تو دیکھا کہ اپارٹمنٹ کو (جو لکڑی کا بنا ہوا تھا) باہر سے دو امریکن نوجوان رنگ کر رہے ہیں۔ انہیں اندر آنے کو کہا اور کافی کی پیالی پیش کی۔ کوئی پندرہ منٹ تک گفتگو ہوتی رہی۔ پھر وہ اپنے کام میں مصروف ہوگئے۔ پانچ بجے چھٹی ہوجاتی تھی مگر اس روز سوا پانچ بجے تک ان کے برش حرکت میں رہے، وجہ پوچھی تو انہوں نے نہایت سادگی سے بتلایا کہ انہوں نے پندرہ منٹ کافی پینے میں لگا دیئے۔ اس لئے وہ چھٹی بجائے پانچ کے سوا پانچ بجے کریں گے۔ یہ تھے یونیورسٹی کے طالب علم جن کی نگرانی نہ کوئی ٹھیکیدار کررہا تھا نہ انہیں کسی پروفیسر کو رپورٹ کرنا تھی، مگر وہ فرض میں کوتاہی برداشت نہ کرسکے۔ کیا احساسِ ذمہ داری ہے! ہمارے بھی بعض نوجوانوں میں پایا جاتا ہے لیکن کئی ایسے ہیں جو کالج میں داخلہ کا مطلب ہر قاعدہ قانون سے آزادی سمجھتے ہیں۔ اور احساسِ فرض بھلا بیٹھے ہیں ان کے لئے یہ ایک اچھی مثال ہے۔

اب ذرا مسکرائیے آخر میں قارئین کی تفننِ طبع کے لئے ایک دلچسپ بات کا تذکرہ بھی ہو جائے۔ میں ایک اور پاکستانی کے ساتھ اپارٹمنٹ میں رہتا تھا۔ ایک روز میرے ساتھی (جو اب بڑے افسر ہیں) کہنے لگے "آج زردہ ہوجائے۔" ہم نے جو ہر روز قیمہ بھون بھون کے تنگ آچکے تھے اسے ایک نعمتِ غیر مترقبہ جانا۔ میرے ساتھی چولہے کے پاس کھڑے تو ہوگئے مگر لگے شیکسپیئر کے ڈراموں کی طرح SOLILOQUY بولنے یعنی اپنے سے بات کررہے تھے کہ پہلے چاول ڈالے جائیں یا چینی۔ ہم سمجھ گئے کہ آج زردہ تو نہیں کچھ اور ضرور مل جائے گا۔ بہرحال بڑا اہتمام ہوا۔ ایک بار پانی۔ دوسری بار مزید پانی۔ مگر امریکہ کے چاول شاید کچھ ڈھیٹ واقع ہوئے تھے۔ کہ پھر پانی طلب کر بیٹھے۔ ان کی یہ خواہش بھی پوری کردی گئی۔ آخر جب ڈھکنا اٹھایا گیا تو چاول غائب ہوچکے تھے۔ اور ایک نئی قسم کی کھیر تیار ہوچکی تھی۔ اور وہ بھی ایسی کہ نیچے سے جل گئی تھی۔ اب ہم نے اپنے امریکن ہمسایوں پہ احسان کیا اور ان کو یہ پاکستانی تحفہ بھجوا دیا۔ سب نے شکریہ ادا کیا مگر ایک محترمہ کچھ زیادہ متاثر معلوم دیتی تھیں انہوں نے ہم سے اس کی ترکیب مانگ لی۔ ایک ہفتہ کے بعد پھر تشریف لائیں تو یوں گویا ہوئیں "ڈش تو ٹھیک بن گئی مگر اس میں وہ FLAVOUR نہ تھی"۔ ارے بھئی وہ فلیور کہاں سے آتی۔ ہماری کھیر تو جل کے یہ فلیور پیدا کر گئی۔ اور انہوں نے اسے جلنے سے بچانے کے لئے پوری احتیاط برتی ہوگی۔

تو یہ تھیں وہ چند بھولی بسری یادیں جو ہیں تو ذاتی سی مگر اتنی ذاتی بھی نہیں کہ دوسروں کو ایک پیغام نہ دے جائیں

بقیہ: صـ۳ سے آگے

ہے یا پانچ سات سوٹ تیار کرالیتا تو اس کے مالی حالات کے مطابق اسے ہم اسراف نہیں کہیں گے۔ لیکن اگر خدانخواستہ اس کے بیوی بچے بیمار ہوجائیں اور وہ ایسے ڈاکٹروں سے علاج کروائے جو قیمتی ادویات استعمال کروائیں اور ہزاروں میں سے پانچ سات سو روپیہ اس کا دواؤں پر ہی خرچ ہوجائے اور اس کے باوجود وہ اپنے کھانے پینے اور پہننے کے اخراجات میں کوئی کمی نہ کرے تو پھر اس کا یہی فعل اسراف بن جائے گا۔ حالانکہ عام حالات میں یہ اسراف میں شامل نہیں تھا۔ اسی طرح جب بھی کسی خرچ کے مقابلہ میں دوسری ضروریات بڑھ جائیں تو اس وقت پہلے خرچ کو اسی شکل میں قائم رکھنا جس شکل میں پہلے تھا اسراف میں شامل ہوجائے گا

دعائے نعم البدل

عزیز نوید الرحمٰن ابن حفیظ الرحمٰن صاحب آف چنیوٹ ۲۴ مئی بروز جمعرات تین ماہ بیمار رہنے کے بعد خالقِ حقیقی سے جاملا۔ عزیز مکرم جمیل الرحمٰن صاحب چنیوٹ کا پوتا اور مکرم تاج الدین صاحب کا نواسا تھا اور وقفِ نو کی مبارک تحریک میں شامل تھا۔

قارئین دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ والدین کو صبرِ جمیل سے نوازے اور نعم البدل عطا فرمائے۔

اطلاعات و اعلانات

درخواست دعا

○ امۃ المتین صاحبہ نے ایم ایڈ کے امتحان میں کامیابی کے لئے دعا کی درخواست کی ہے۔ اسی طرح نگر پارکر (سندھ) میں بہت سے احمدی طلباء مختلف امتحانات میں شامل ہو رہے ہیں۔

○ مکرم فتح خان صاحب آف سندھیا کا وانڈیا کی اہلیہ بعارضہ کینسر بیمار ہیں۔

○ مکرم منور احمد صاحب محلہ نصیر آباد ربوہ کی بچی نصرت جہاں بعمر آٹھ ماہ شدید بیمار ہے۔

○ مکرم رشید احمد صاحب قمر کے جسم کے بائیں حصّہ پر فالج کا حملہ ہوا ہے۔

○ مکرم مقصود احمد صاحب (سکرنڈ) کی اہلیہ صاحبہ اور ننھی بچی امۃ الحفیظ عرصہ سے بیمار چلی آرہی ہے۔

○ مکرم محمد لطیف صاحب آف چک ۳۱۲ ج۔ب گوجرہ کے مثانے کا اپریشن C.M.H. لاہور میں ہونے والا ہے۔

○ محترمہ خدیجہ اختر صاحبہ والدہ منصور احمد صاحب ناصر مربی سلسلہ کی دائیں آنکھ کا اپریشن ہوا ہے۔

○ مکرم بشیر احمد صاحب دار الیمن غربی کی بیٹی شاہدہ ندیم آف رائے ونڈ کی گلٹی کا اپریشن ہوا ہے۔

○ عزیز عطاء الہادی ابن مکرم منصور احمد صاحب ناصر کے بازو کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔

○ مکرم سردار عبد القادر صاحب آف چنیوٹ کی اہلیہ کا دل کا اپریشن مغربی جرمنی میں ہوا ہے۔

○ مکرم ڈاکٹر فضل کریم صاحب (کریم ڈینٹل ہال فیصل آباد) شدید بیمار ہیں۔

اعلان ولادت

○ مکرم ملک عبد القادر صاحب مصطفیٰ آباد لاہور کے بیٹے عزیز عبد السمیع سہیل کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹی سے نوازا ہے۔ جو کہ مکرم چوہدری رشید احمد صاحب آرکیٹکٹ لنڈن کی نواسی ہے۔

○ مکرم محمد راشد صاحب شمس مقیم باسٹن امریکہ کو اللہ تعالیٰ نے مورخہ یکم اپریل ۱۹۹۰ء کو بیٹے سے نوازا ہے۔ حضور انور نے بچے کا نام محمد فائز احمد عطا فرمایا ہے۔ نومولود مکرم چوہدری محمد صادق صاحب اکاؤنٹنٹ وکالت تبشیر کا پوتا اور مکرم عابد حنیف صاحب کا نواسہ ہے۔

احباب ان بچوں کی صحت اور درازیٔ عمر کے لئے دعا کریں۔

نمایاں کامیابی

عزیز اویس خاور ابن مکرم سعید احمد صاحب بٹ، ٹاؤن شپ لاہور نے امسال لاہور بورڈ سے میٹرک کے امتحان میں ۷۵۰/۸۵۰ نمبر لے کر نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔ عزیز نے پرائمری کے امتحان میں بھی وظیفہ حاصل کیا تھا۔ اور مڈل کے وظائف کے امتحان میں ۷۶۴/۸۵۰ نمبر لے کر نمایاں کامیابی حاصل کی اور وظیفہ لیا۔ احباب سے درخواست ہے کہ دعا کریں کہ خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے عزیز کو مزید کامیابیوں سے ہمکنار فرمائے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تحریک جدید کے مالی جہاد میں بچوں کا حصہ

وقفِ جدید کے مالی جہاد میں بچوں کو شامل کرنے کی ہدایت فرماتے ہوئے سیدنا حضرت فضل عمر فرماتے ہیں۔

"میں نے کئی دفعہ کہا ہے کہ دوست اپنے بچوں کا بھی چندہ لکھوایا کریں اور ساتھ ہی انہیں بتا دیا کریں کہ یہ تحریک جدید کا چندہ ہے تاکہ انہیں ساری عمر یاد رہے اور وہ اپنی اولادوں کو بھی نصیحت کرتے رہیں۔"

(تقریر اجتماع انصار اللہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۵۷ء)

عہدیداران جماعت احمدی گھرانوں کے سرپرستوں کو خصوصاً دیہات میں حضور انور کے اس ارشاد سے آگاہ کر کے بچوں کے بھی نام بنام وعدے حاصل کیا کریں۔

وکیل المال اوّل تحریکِ جدید انجمن احمدیہ ربوہ

تبدیلی نام

میں نے اپنی بیٹی کا نام کرن شہزادی سے تبدیل کر کے لبیبہ ارفاق رکھا ہے۔ آئندہ اسے اسی نام سے پکارا اور لکھا جائے۔

ارفاق احمد طاہر ولد عبد الرحمان

محلہ صوفی پورہ منڈی بہاؤالدین

نگرپارکر سندھ کے علاقہ میں عرصہ سے بارش نہیں ہوئی۔ قارئین دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس علاقہ کو نیز ملک کے دیگر حصوں کو بھی بارانِ رحمت سے سیراب فرمائے۔

تعلیم القرآن ۔ والدین کی ذمہ داری

حضرت مرزا ناصر احمد صاحب فرماتے ہیں وہ اولاد کی تربیت اور اس کو قرآن کریم پڑھانے کی اصل ذمہ داری والدین پر ہے۔ انہیں اس کے لئے خدا تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ ان سے سوال کیا جائے گا کہ انہوں نے اپنی اولاد کو اس نعمت یعنی قرآن کریم سے جو انہیں حاصل تھی کیوں محروم کر دیا؟"

(خطبہ جمعہ۔ الفضل ۳ فروری ۱۹۶۶ء)

(ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد تعلیم القرآن وقفِ عارضی ربوہ)

شفا میڈیکو میڈیکل سنٹر

الٹراساؤنڈ

ایکسرے ۔ ای سی جی اور کلینیکل لیبارٹری

لاہور کا سب سے پرانا طبی مرکز، موجودہ زمانے کے ساتھ ہم آہنگ، نتائج اور تشخیص بذریعہ کمپیوٹر

ہر طرح سے قابلِ اعتماد، بیماری میں تشخیص کے مراحل طے کرتے وقت ہماری ماڈرن اور کمپیوٹر کے ذریعہ تشخیص کرتے والی مشینوں کے نتائج سے بھرپور فائدہ اٹھائیے۔

نہایت قابل، تجربہ کار اور کہنہ مشق ڈاکٹر صاحبان رپورٹ مرتب کرتے ہیں۔ کمپنی اپنے کام کی پوری ذمہ داری قبول کرتی ہے

ایکسرے، ای سی جی اور کلینیکل لیبارٹری کی سروس مریض کے گھر پر بھی مہیا کی جاتی ہے

دام ہمیشہ کی طرح نہایت واجب، مریض کا احترام اور اس سے ہمدردی ہماری انتہائی مسرت ہے

شفا میڈیکو، چوک شفا میڈیکو، نزد میو ہسپتال۔ لاہور

فون ۶۳۶۹۳ - ۶۳۰۵۳ - ۲۲۳۴۶۲

ٹیلکس ۴۴۳۸۹ SHIFA PK. ٹیلی فیکس ۹۲،۴۲ ۲۲۸۵۹۶

خبریں

ملکی خبریں

○ کراچی میں دہشت گردی کی متعدد وارداتوں میں ایک جج سمیت سات افراد ہلاک ہو گئے۔ صبح ساڑھے دس بجے کے قریب تین موٹر سائیکلوں پر سوار چھ افراد جنہوں نے اپنے چہرے چھپا رکھے تھے سوسائٹی آفس کے قریب مسلم آباد میں واقع لیبر کورٹ پہنچے۔ انہوں نے پہلے گارڈ کو ہلاک کیا۔ پھر وہ عدالت میں داخل ہو گئے اور اندھا دھند فائرنگ کر دی جس سے ایک اطلاع کے مطابق جج سمیت ۲۔ افراد ہلاک ہو گئے

○ کراچی میں ہفتے بھر سے جاری شدید بدامنی کے بعد کراچی کو فوج کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ فوج کو گرفتاریوں کا بھی اختیار دے دیا گیا ہے۔

○ کراچی میں راکٹوں اور میزائلوں کے حملے بھی شروع ہو گئے ہیں۔ اورنگی کے علاقے میں میزائلوں کے حملے سے چار مکان تباہ ہو گئے۔ ۸۔ افراد جاں بحق ہو گئے۔

○ کراچی اور حیدرآباد کی صورت حال کے پس منظر میں صدر غلام اسحٰق خان اور چیف آف آرمی سٹاف جنرل مرزا اسلم بیگ کی تین گھنٹے مسلسل ملاقات جاری رہی۔ موجودہ حکومت کے عہدہ سنبھالنے کے بعد دونوں اعلیٰ ترین رہنماؤں میں یہ طویل ترین ملاقات تھی۔

○ سندھ کی صورت حال کے پیش نظر وزیر اعظم بے نظیر بھٹو نے ۳ رجون سے شروع ہونے والا غیر ملکی دورہ ملتوی کر دیا ہے۔

○ پیر پگاڑا نے کہا ہے کہ اب حالات ہنگامی حالت نافذ کرنے سے بھی ٹھیک نہیں ہونگے اب مارشل لاء ہی آئے گا۔ تب ہی صفائی ہو گی۔

○ وزیر اعظم بے نظیر بھٹو نے سندھ اسمبلی توڑنے سے انکار کر دیا ہے۔

○ حیدرآباد کے قریب نورائی شریف کے مقام پر دہشت گردوں نے ٹرین پر حملہ کر دیا ۵۔ افراد ہلاک اور ۱۵ زخمی ہو گئے۔

○ سندھ میں محدود مارشل لاء کے نفاذ کے لئے آئینی مشورے شروع کر دیئے گئے ہیں۔

غیر ملکی خبریں

○ امریکہ نے کہا ہے کہ اسرائیل کے بارے میں عراق کے صدر کا بیان غیر ذمہ دارانہ اور اشتعال انگیز ہے۔ عراقی صدر نے کہا تھا کہ اگر اب اسرائیل سے جنگ ہوئی تو عراق مکمل تباہی پھیلانے والے ہتھیار استعمال کرے گا۔ بظاہر ان کا اشارہ ایٹم بم کی طرف معلوم ہوتا تھا۔

○ ہندوستان ٹائمز میں ایک تجزیہ نگار نے لکھا ہے کہ پاکستان نے اپنے ایٹمی فوجی ہتھیار فوجی اڈوں پر پہنچانا شروع کر دیئے ہیں۔ یہ ہتھیار ایف ۔۱۶ طیاروں میں نصب ہیں۔

○ امریکہ نے کہا ہے کہ افغانستان میں روس نواز حکومت کے ہوتے ہوئے جنگ بندی غیر معقول سی بات لگتی ہے انہوں نے کہا کہ عبوری دور میں غیر جانبدار حکومت کو اقتدار منتقل کیا جانا ضروری ہے۔

○ روس یورپ اور جنوبی امریکہ کے کئی ملکوں میں تباہ کن زلزلہ آیا۔ جنوبی امریکی ممالک اور روس میں سینکڑوں افراد ہلاک اور زخمی ہو گئے۔ گذشتہ بیس برسوں میں یہ سب سے زیادہ تباہ کن زلزلہ تھا۔

○ تیز رفتار کشتیوں پر سوار مسلح فلسطینیوں نے گذشتہ روز تل ابیب کے ساحلی ہوٹلوں پر حملہ کر دیا اس جگہ پر ہزاروں اسرائیلی یہودی تعطیل منا رہے تھے۔

پتہ